مرکز سلسلہ ربوہ کو باہمی تعاون کے ساتھ صاف سُتھرا اور خوبصورت شہر بنانے کی کوشش کرو

(فرمودہ 2 دسمبر 1955ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

" آج میں دو اُمور کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ایک امر تو وہ ہے جس نے مجھے یورپ کے سفر میں متأثر کیا اور وہ تھی وہاں کی صفائی۔ وہاں صفائی کا ایسا اچھا انتظام تھا کہ خواہ تمام شہر میں پھر جائیں کہیں گند نظر نہیں آتا۔ ایک دن میں طبی معائنہ کی غرض سے گھر سے نکلا۔ جب میں موٹر پر سوار ہو کر شہر کی گلیوں میں سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ہر گھر کے سامنے ایلومینیم (ALUMINIUM) کے بنے ہوئے گول گول ڈرم پڑے ہوئے ہیں جن کے اوپر کنڈے لگے ہوئے تھے۔ میں نے اُن کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہاں اِس قسم کے ڈرم کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ سارے گھر کی صفائی کر کے کوڑا کرکٹ اِس ڈرم میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ہفتہ کے بعد مقررہ تاریخ پر میونسپل کمیٹی کا ٹرک آتا ہے اور کمیٹی کے ملازم اِس ڈرم کو اٹھا کر گند ٹرک

میں ڈال دیتے ہیں۔ اور اسے وہ دوبارہ صاف کر کے گھر کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور گھر والے اسے اٹھا کر اندر لے جاتے ہیں۔ میں نے اُس وقت مرزا منور احمد کو اِس طرف توجہ دلائی کہ تم ربوہ کی میونسپل کمیٹی کے سیکرٹری ہو تمہیں بھی وہاں ایسا ہی انتظام کرنا چاہیے۔ اور اس پر کوئی خرچ بھی نہیں آتا۔ آسودہ حال لوگ اِس قسم کے ڈرم خرید کر گھروں میں رکھ سکتے ہیں اور ایسے لوگ جو فی الواقع مدد کے محتاج ہوں اُن کو سلسلہ کی طرف سے ڈرم خرید کر دیئے جاسکتے ہیں اس سے کسی حد تک مالی بوجھ تو پڑے گا مگر اس طرح سارے شہر سے گندمٹ جاتا ہے۔

گول ڈرم جو میں نے وہاں دیکھے حجم میں فینائل کے ڈرم کے برابر یا اس سے کچھ بڑے تھے۔ ایلومینیم کے بنے ہوئے تھے، منہ اُن کا کُھلا تھا اور اُن پر ایک کُنڈا لگا ہوا تھا تا کہ انہیں اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھا جاسکے۔ اِس قسم کا ایک ڈرم ہر گھر میں پڑا رہتا ہے اور گھر والے تمام گند ردّی چیزیں اور پھلوں اور ترکاری وغیرہ کے چھلکے اُس کے اندر ڈالتے رہتے ہیں۔ اُن کے ہاں پاخانہ تو ہوتا نہیں۔ ہر گھر میں فلش سسٹم ہے۔ یعنی کموڈ میں پاخانہ کیا اور اوپر سے زنجیر دبا دی اور پانی اُسے بہا کر لے گیا۔ لیکن دوسرا گند اور کوڑا کرکٹ تو ہوتا ہے۔ اُسے اس ڈرم میں ڈال دیا جاتا ہے اور مقررہ دن پر گھر والے اُسے باہر رکھ دیتے ہیں۔ میونسپل کمیٹی کا ٹرک آتا ہے، ملازم اُسے اٹھا کر ٹرک میں خالی کر دیتے ہیں اور اُسے دوبارہ صاف کر کے گھر کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ گھر والے اُسے اٹھا کر اندر لے جاتے ہیں اِس طرح باہر گند پھینکنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ میں نے مرزا منور احمد سے کہا تھا کہ تم بھی ربوہ میں اِس قسم کا انتظام کرو ہم بھی تمہاری مدد کرنے کی کوشش کریں گے اور میں جماعت کو بھی اس طرف توجہ دلاؤں گا۔ آج چونکہ جمعہ کا دن ہے اور مرد و عورت سب جمعہ کے لیے مسجد میں آئے ہوئے ہیں اس لیے میں سب کو توجہ دلاتا ہوں کہ شہر کی گندگی کا اثر باہر والوں پر بہت بُرا پڑتا ہے۔

یورپ کے شہروں میں صفائی کا ایسا اچھا انتظام ہے کہ تم سارا شہر پھر جاؤ کہیں گند پڑا ہوا نظر نہیں آئے گا۔ زیورک چار پانچ لاکھ کی آبادی کا شہر ہے اور کئی میلوں میں پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اس شہر کے اندر تم موٹروں پر میلوں میل پھر جاؤ تمہیں کہیں کاغذ کا پُرزہ تک بھی پڑا ہوا نظر نہیں آئے گا۔ وہاں کوئی شخص ردّی کاغذ کے پُرزے باہر پھینکنے کی جرأت نہیں کرتا۔ جب کسی نے کوئی

کاغذ پھاڑنا ہو وہ گھر میں آئے گا، کاغذ پھاڑے گا اور اُس کے پُرزے اُس ڈرم میں ڈال دے گا جو اِس غرض کے لیے گھر میں رکھا ہوا ہوتا ہے۔ میونسپل کمیٹی کا ٹرک باری پر ہفتہ اتوار کو یا کسی اَور دن جو پہلے سے مقرر ہوگا اُس گھر کے سامنے آئے گا۔ اُس دن وہ ڈرم گھر سے باہر رکھ دیا جائے گا۔ کمیٹی کے ملازم گند ٹرک میں ڈال دیں گے اور اس ڈرم کو دوبارہ صاف کر کے گھر کے سامنے رکھ دیں گے اور گھر والے اُسے اٹھا کر اندر لے جائیں گے۔ ہماری بھی یہاں کئی قسم کی تنظیمیں ہیں۔ ایک تو میونسپل کمیٹی ہے جس کے ممبروں کو ہم نے ہی مقرر کیا ہے۔ یورپ میں یہ اصول ہے کہ جو شخص کسی قوم کا نمائندہ ہو وہ اپنی قوم کی رائے پر چلتا ہے اور اُس کی خدمت کرتا ہے۔ میونسپل کمیٹی ربوہ کے ممبروں کا بھی فرض ہے کہ جن لوگوں نے انہیں مقرر کیا ہے (اور صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے انہیں مقرر کیا ہے خلیفہء وقت اُن کا ہیڈ ہے۔) وہ ان کی آراء کو قیمت دیں اور ان کے مطابق عمل کریں۔ بلکہ یہ ان کا دُہرا فرض ہے کہ وہ شہر کی صفائی کروائیں۔ گورنمنٹ کا بھی ان سے یہی تقاضا ہے اور ہم بھی ان کو اسی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

پس پہلے تو میں میونسپل کمیٹی ربوہ سے کہوں گا کہ وہ ربوہ میں صفائی کا مناسب انتظام کرے اور ہر گھر کے لیے یہ لازمی قرار دے کہ وہاں یورپین شہروں کی طرح ایک ڈرم رکھا جائے۔ اگر ان ڈرموں کا اکٹھا آرڈر دے دیا جائے تو یہ سستی قیمت پر مہیا کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً اگر یہ ڈرم تین چار روپے میں آجائے تو آسودہ حال لوگوں سے یہ رقم لیکر انہیں ڈرم مہیا کر دیا جائے۔ اور جو غریب ہیں اُن کے لئے صدر انجمن احمدیہ اور محلّہ والوں کو تحریک کی جائے کہ انہیں ڈرم خرید کر دے دیں۔ اِس طرح گھروں سے بندھا بندھا یا گند باہر آئے گا اور اُسے کمیٹی والے شہر سے باہر لے جائیں گے اور گلیوں اور کُوچوں میں گند نہیں پڑے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ کوئی کُتّا گندگی میں پڑی ہوئی چیز پر منہ مار کر اُسے کھینچے لئے جا رہا ہو۔ کسی جگہ جانور اپنے پاؤں سے اُسے ٹھوکریں مار کر گند پھیلا رہا ہو اور کہیں کوئی غلیظ انسان اُسے ٹھوکریں مار کر اِدھر اُدھر بکھیر رہا ہو۔

پھر لوکل کمیٹی ہے۔ وہ بھی ایک قسم کی میونسپل کمیٹی ہے۔ اُس کا بھی فرض ہے کہ وہ لوگوں کو صفائی کے برقرار رکھنے کی تحریک کرے۔ اِسی طرح لجنہ اماء اللہ کا کام ہے کہ وہ مستورات کو

سکھائے کہ کس طرح صفائی رکھی جاسکتی ہے۔ اور پھر اس بات کی نگرانی کرے کہ اُن کی اِس نصیحت پر عمل بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔

میں جب انگلستان سے واپس آیا تو خلیل احمد ناصر مبلغ امریکہ بھی میرے ساتھ آئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ کچھ عرصہ ہوا یو۔این۔او کا ایک نمائندہ پاکستان آیا اور وہ ربوہ میں بھی آیا تھا۔ واپسی پر وہ مجھے ملا اور اُس نے بیان کیا کہ میں ربوہ بھی گیا تھا۔ میں تمہاری آرگنائزیشن کی بہت تعریف کرتا ہوں۔ تم نے بہت جلد ایک شہر آباد کرلیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اُس نے کہا تمہارا شہر افسردہ سا نظر آتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ اِس سے اُس کا کیا مطلب تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ اِس سے اُس کا یہ مطلب تھا کہ وہاں صفائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اِسی طرح وہاں نہ پھول تھے اور نہ درخت تھے۔ اس لیے شہر مُردہ سا نظر آتا تھا۔

ہمارا پہلے یہ خیال تھا کہ یہاں ترکاریاں اور باغ نہیں لگائے جاسکتے لیکن اب تجربہ نے بتایا ہے کہ یہاں اِس قسم کی چیزیں کاشت کی جاسکتی ہیں۔ کل ہی ایک شخص نے میرے پاس خربوزہ بھیجا اُس نے اُسے بویا نہیں تھا بلکہ وہ آپ ہی زمین سے نکل آیا تھا۔ اُسے پتا نہیں تھا کہ وہ کیا چیز ہے اُس نے وہ میرے پاس بھیج دیا اور کہا مجھے پتا نہیں یہ کیا پھل ہے۔ یہ آپ ہی نکل آیا ہے۔ میں نے اسے بویا نہیں تھا لیکن ہے بہت میٹھا۔ میں نے دیکھا تو وہ خربوزہ ہی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے خربوزہ کھا کر بیج وہاں پھینک دیئے اور خربوزہ کی بیل اُگ آئی۔ پس اب یہاں درخت اور سبزیاں اُگ آتی ہیں۔ لیکن اُگتی محنت سے ہی ہیں۔ اس لیے ربوہ کے جن حصوں میں اچھا پانی نکلا ہے وہاں درخت اور پودے بھی لگائے جاسکتے ہیں۔ قادیان میں قریباً ہر گھر میں باغ تھا۔ یہاں بھی دوستوں کو درخت لگانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہاں لوگوں نے قریباً ہر گھر میں نلکے لگوا لئے ہیں اس لیے ایسا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ میونسپل کمیٹی کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ٹیوب ویل لگا کر پائپ کے ذریعہ گھروں میں پانی پہنچائے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اِس وقت نل ملنے مشکل ہیں لیکن اگر میونسپل کمیٹی ٹیوب ویل لگائے تو چونکہ گورنمنٹ میونسپل کمیٹیوں سے خاص رعایت کرتی ہے اس لیے گورنمنٹ اسے کنٹرول نرخ پر نل مہیا کردے گی۔ اگر کمیٹی اچھے پانی پر ٹیوب ویل لگا کر پانی شہر میں پہنچا دے تو اِس سے میونسپل کمیٹی کی آمد بھی بڑھے گی اور اِس سے یہ

فائدہ بھی ہوگا کہ ربوہ والے آسانی کے ساتھ سڑکوں کے کناروں پر درخت لگا سکیں گے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ سڑکوں پر لگائے ہوئے درخت گورنمنٹ کی ملکیت ہوتے ہیں۔ لیکن یہ کس قدر حماقت کی بات ہے کہ انسان یہ کہے کہ ہماری صحت بے شک اچھی نہ ہو لیکن سڑکوں کے کناروں پر لگے ہوئے درخت گورنمنٹ کو نہ ملیں۔ حالانکہ ہمارے مدنظر یہ ہونا چاہیے کہ گورنمنٹ کو اگر سَو درخت بھی ملتے ہیں تو بے شک مل جائیں۔ اس سے ہماری حکومت کو بھی فائدہ پہنچے گا اور ہماری صحت بھی اچھی ہو جائے گی۔

اِسی طرح اگر ٹیوب ویل لگ جائے تو سڑکوں پر چھڑکاؤ کا بھی اچھا انتظام ہو جائے گا۔ اِس وقت حالت یہ ہے کہ طوفان تو اَور جگہوں پر آئے ہیں لیکن بیمار ربوہ والے ہوئے ہیں۔ جس کسی سے پوچھو وہ یہی کہتا ہے کہ ہمارے گھر میں فلاں کو تیز بخار ہے اور پھر یہ بخار مہینہ مہینہ تک چلا جاتا ہے۔ اِسی طرح نزلہ اور زکام بھی وبائی رنگ میں پھیلا ہوا ہے۔ اِس کی وجہ محض گرد و غبار ہے جو یہاں ہر وقت اُڑتا رہتا ہے۔ اگر ٹیوب ویل لگ جائے تو بڑی آسانی کے ساتھ سڑکوں پر چھڑکاؤ ہو سکے گا اور اِس طرح گرد و غبار ایک حد تک دب جائے گا۔

پھر ہمارا کالج ہے وہ ایک پرائیویٹ ادارہ ہے۔ مگر مرزا ناصر احمد نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے کالج کی سڑکوں کو پختہ کرنے کے لیے رُولر منگوا لئے ہیں۔ پانی ڈال کر انہیں پھیر دینے سے سڑکیں پختہ ہو جاتی ہیں۔ میونسپل کمیٹی ربوہ بھی اگر ہمت کرے تو وہ اُس رولر سے تگنا یا چار گُنا بوجھل رُولر منگوا سکتی ہے۔ کالج کا رُولر اگر چار من کا ہے تو میونسپل کمیٹی 18,17 من کا منگوا لے۔ اگر اسے دو بیل آسانی کے ساتھ نہ کھینچ سکیں تو چار بیل لگ جائیں۔ اول تو دو اچھے بیل چار بیلوں کا کام کر سکتے ہیں اور پھر رُولر چونکہ گول ہوتا ہے اِس لیے اسے آسانی کے ساتھ کھینچا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر دو بیلوں سے کام نہ چلے تو چار بیل بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ بہرحال سڑکوں پر پانی ڈال کر رُولر پھیر دیا جائے تو وہ پکی ہو جائیں گی اور گرد و غبار نہیں اُڑے گا۔ اِس وقت جو گرد و غبار اُڑتا ہے اِس کی وجہ سے کتنا خرچ آتا ہے۔ ہر شخص جو اس گرد و غبار کی وجہ سے بیمار ہوتا ہے وہ اپنے علاج پر کچھ نہ کچھ ضرور خرچ کرتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص بیمار ہوتا ہے تو اِس کی وجہ سے کام کی رفتار میں بھی کمی آتی ہے۔ یورپ والے تو اِس بات کا بھی حساب رکھتے ہیں کہ فلاں شخص کے بیمار ہونے

سے ہمارے کام کا اِس قدر نقصان ہوا ہے۔ اِس طرح اُن کے کام کی رفتار ٹھیک رہتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اِس کی کوئی پروا نہیں کی جاتی اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ آدھا حصہ آبادی کا بیمار رہا ہے۔ اس لیے ملک کی آمد کا دسواں یا بارہواں حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ پس یہاں کی میونسپل کمیٹی کو چاہیے کہ وہ پانی کا انتظام کرے اور پھر اسے رُولر کا بھی انتظام کرنا چاہیے تا سڑکوں کو پختہ بنایا جا سکے۔

محلوں کی کمیٹیوں کو چاہیے کہ وہ کمیٹی سے تعلق رکھنے والے امور کے متعلق ریزولیوشن پاس کر کر کے اُسے بھجوائیں کیونکہ میونسپل کمیٹی ان کا نمائندہ ہے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ گورنمنٹ کا ادارہ ہے لیکن گورنمنٹ نے آپ ہی اسے پبلک کے ماتحت رکھا ہوا ہے۔ تبھی تو اس کے لیے پبلک اپنے نمائندے مقرر کرتی ہے۔ پس تم ریزولیوشن پاس کر کر کے میونسپل کمیٹی کو بھجواؤ اور اُس سے کہو کہ وہ ان امور کی طرف توجہ کرے۔ پبلک کی خدمت کرنا اُس کا فرض ہے اس لیے اسے اپنے اس فرض کو پورا کرنا چاہیے۔

میں نے میونسپل کمیٹی والوں کو صفائی کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے ایک شکوہ کیا جو نہایت افسوس ناک ہے۔ اور وہ یہ کہ یہاں کے 80 فیصدی لوگ ٹیکس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر میونسپل کمیٹی کی آمد ہی نہایت قلیل ہو تو وہ پبلک کی کیا خدمت کرے گی۔ ہمیں تو یہ کوشش کرنی چاہیے تھی کہ اگر کوئی شخص ایک روپیہ ٹیکس دیتا ہے تو وہ ایک روپیہ ایک آنہ ٹیکس دے۔ کیونکہ اگر ان کے پاس روپیہ کافی جمع ہو جائے تو اِس کا فائدہ ہمیں ہی پہنچے گا کیونکہ وہ روپیہ ہماری صحت اور تعلیم وغیرہ پر خرچ ہو گا۔ مثلاً اب جتنا روپیہ بھی میونسپل کمیٹی وصول کرتی ہے وہ عملہ پر خرچ ہو جاتا ہے۔ فرض کرو موجودہ آمد سے سوائی رقم اسے وصول ہو تو جو زائد چونی آئے گی وہ عملہ پر خرچ نہیں ہو گی کیونکہ عملہ کا خرچ تو چل رہا ہے۔ وہ چونی پبلک کے فائدہ کے لیے خرچ ہو گی۔ پس میونسپل کمیٹی کا ٹیکس ادا نہ کرنا بڑے جُرم کی بات ہے۔ اِس سے دوستوں کو احتراز کرنا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریق تھا کہ آپ ایسا کرنے سے دوستوں کو ہمیشہ منع فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک مخلص احمدی آیا۔ کسی نے اُس کے متعلق

بتایا کہ یہ دوست بہت غریب ہیں لیکن حضور سے انہیں بہت محبت ہے۔ جب آپ کا چہرہ مبارک دیکھے کچھ عرصہ ہو گیا تو یہ بے چین ہو گئے اور گجرات سے پیدل چل کر لاہور یا امرتسر آ گئے اور وہاں سے بغیر ٹکٹ خریدے ریل پر بیٹھ گئے اور یہاں آ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سنی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ ریل کا کرایہ کس قدر تھا؟ انہوں نے بتایا کہ ایک روپیہ۔ اِس پر آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ آپ نقدی رومال میں باندھ کر جیب میں رکھا کرتے تھے۔ آپ نے اُس میں سے ایک روپیہ نکال کر اُسے دیا اور فرمایا یہ روپیہ میری طرف سے تحفہ ہے۔ واپس جاتے ہوئے آپ ریل میں ٹکٹ لے کر بیٹھیں اور یاد رکھیں کہ جس طرح پبلک کو لُوٹنا گناہ ہے ویسے ہی ریلوے کے محکمہ کو لُوٹنا بھی گناہ ہے۔ آخر ریل والوں نے ملازم رکھے ہوئے ہیں، انہیں تنخواہیں دیتے ہیں، پھر گاڑیوں کی مرمت بھی کرواتے ہیں۔ اگر لوگ کرایہ ادا نہ کریں گے تو وہ خرچ کہاں سے کریں گے۔

اِسی طرح میونسپل کمیٹی کے حقوق مارنا بھی خود اپنے آپ کو مارنا ہے۔ تم خیال تو کرو کہ اگر تمہیں نزلہ، زکام یا بخار ہو جاتا ہے تو اِس سے میونسپل کمیٹی کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً تمہارے بچہ کو نزلہ ہوا تو تم بازار میں گئے اور آٹھ آنے کے جوشاندے خرید لائے۔ ہسپتال سے دو آنے کی خوراک لے آئے۔ اور اگر اُس پر اعتبار نہ آیا تو کسی کمپونڈر کو گھر بُلا لائے اور اُس کو دو روپے فیس دے دی اور دو روپے کی دوائیں لے آئے۔ میونسپل کمیٹی کو تو شاید تمہیں ایک ہی روپیہ دینا پڑتا لیکن اِس طرح تمہیں کئی روپے دینے پڑے۔ پس میونسپل کمیٹی کے حقوق مارنے سے خود اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔

میں اِس خطبہ کے ذریعہ میونسپل کمیٹی ربوہ سے بھی کہتا ہوں کہ وہ شہر کی صفائی کا انتظام کرے اور گھروں میں پانی مہیا کرے تا درخت وغیرہ لگائے جاسکیں۔ اور سڑکوں کو رُولر کے ذریعہ پختہ بنائے۔ اور پبلک سے میں کہتا ہوں کہ وہ میونسپل کمیٹی کے ٹیکس پورے ادا کرے۔ یہ ٹیکس اُنہیں مہنگے نہیں پڑیں گے بلکہ سَستے پڑیں گے۔ کیونکہ ان کا فائدہ کسی دوسری شکل میں لَوٹ کر ان کے پاس آئے گا۔ ان کا فائدہ لَوٹ کر آئے گا تمہاری صحت کی شکل میں، ان کا فائدہ لَوٹ کر آئے گا تمہارے بیوی بچوں کی صحت کی شکل میں، ان کا فائدہ لَوٹ کر آئے گا شہر کی خوبصورتی

کی شکل میں۔ پھر یہ نہیں ہوگا کہ باہر سے آنے والے اس بات کی تعریف کریں کہ احمدیوں کی تنظیم بہت اچھی ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ کہیں کہ ان کا شہر مُردہ نظر آتا تھا، وہاں کوئی صفائی نہیں تھی، اس کی حالت مقبروں کی سی تھی۔ ہم تو وصیت والے مقبرہ کی صفائی کرتے ہیں لیکن عام قبرستانوں کی صفائی کا کون انتظام کرتا ہے۔ اِسی طرح اگر یہاں گند ہوتو باہر سے آنے والے کہیں گے کہ یہاں کے رہنے والے مُردہ ہیں۔ ان کی حالت قبرستان میں مدفون مُردوں کی سی ہے۔ جس طرح انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے اِسی طرح انہیں بھی معلوم نہیں کہ شہر میں کیا ہورہا ہے۔ جس طرح مقبرے گندے ہوتے ہیں اِسی طرح ان کا شہر بھی گندہ ہے۔ یہ باتیں ہیں تو معمولی لیکن ان کے نتائج بہت بُرے نکلتے ہیں۔

دیکھو! رسول کریم ﷺ کو صفائی کا کس قدر خیال تھا۔ آپ نے ایسے شخص کے لیے بڑی وعید فرمائی ہے جو سڑک پر پاخانہ پھرتا ہے1۔ اِسی طرح فرمایا اگر کوئی شخص کھڑے پانی میں پیشاب کر دیتا ہے تو وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے2۔ اسی طرح فرمایا جو شخص رستہ میں پڑی ہوئی کوئی ایذا دینے والی چیز دُور کر دیتا ہے اسے ثواب ملے گا3۔ مثلاً رستہ میں کانٹے پڑے ہوں، پتھر پڑے ہوں یا کسی نے اوجھڑی یا انتڑیاں رستہ میں پھینک دی ہوں تو اگر انہیں کوئی شخص رستہ سے ہٹا دیتا ہے تو اُسے خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت اجر ملے گا۔ اِسی طرح آپ نے انہی کاموں کی جو آئندہ میونسپل کمیٹیوں نے کرنے تھے بنیاد رکھ دی اور لوگوں کو اُن کے فرائض کی طرف متوجہ کر دیا۔

پس ہمیں چاہیے کہ ہم میونسپل کمیٹی کی مدد کریں اور اس کی آمد بڑھانے کی کوشش کریں۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ کمیٹی کی آمد تین چار لاکھ روپیہ سالانہ ہوجائے تا وہ سڑکیں بنائے اور لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ سہولت سے جاسکیں اور اِسی طرح دوسرے مفاد عامہ کے کام سرانجام دے۔ مثلاً ابھی ہسپتال بننا ہے، ہسپتال لوگوں کے لیے بننا ہے لیکن روپیہ سلسلہ خرچ کررہا ہے۔ اگر میونسپل کمیٹی کے ٹیکس ادا ہوں اور وہ شہر کے بنانے میں حصہ لے تو گورنمنٹ کو بھی غیرت آئے اور وہ بھی اِس کے لیے کچھ روپیہ دے دے۔ لیکن اب وہ یہ اعتراض کرتی ہے کہ میونسپل کمیٹی تو خرچ کرتی نہیں صرف ہم سے مانگنا چاہتے ہیں۔ اِسی طرح تعلیم ہے اِس کا انتظام بھی بالعموم

میونسپل کمیٹیوں کے سپرد ہوتا ہے۔ اگر کمیٹی کے ٹیکس پوری طرح ادا ہو جائیں اور اس کی آمد بڑھ جائے تو یہ بوجھ بھی صدر انجمن احمدیہ کے کندھوں سے اُتر کر کمیٹی پر جا پڑے گا اور تمہارے بچے سہولت سے تعلیم حاصل کر لیں گے۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ 2 نومبر 1950 کو میں نے مرزا مبشر احمد جو مرزا بشیر احمد صاحب کے لڑکے ہیں ان کے متعلق یہ اعلان کیا تھا کہ

1۔ آئندہ ان سے کوئی چندہ نہ لیا جائے۔ غالباً اِسی وجہ سے ان کی وصیت منسوخ کر دی گئی تھی یا انہوں نے وصیت کرنی چاہی تھی لیکن اسے قبول نہیں کیا گیا تھا۔

2۔ ان کو سلسلہ کا کوئی عُہدہ نہ دیا جائے۔

3۔ سلسلہ کی کسی تقریب میں ان کو شامل نہ کیا جائے۔

4۔ میری بیویوں اور بچوں کو ان سے کسی قسم کے تعلقات رکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

ان کی طرف سے اور ان کے بعض رشتہ داروں کی طرف سے بار بار یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو اِس بارہ میں سزائیں دی جا چکی ہیں اُن کا فعل مبشر احمد سے بالکل مختلف ہے۔ عام طور پر یہ سزا اُن لوگوں کو دی جاتی ہے جو وقف میں شامل ہوگئے ہوں اور پھر بھاگ گئے ہوں۔ لیکن مرزا مبشر احمد کا یہ عذر تھا کہ جب انہوں نے ڈاکٹری پاس کی تو انہوں نے تحریک کو لکھا کہ میں نے امتحان پاس کر لیا ہے۔ آپ بتائیں کہ مجھے کہاں لگانا ہے؟ لیکن دفتر تحریک جدید نے مجھے یہ جواب دیا کہ ہمارے پاس تمہارے مناسبِ حال کوئی جگہ نہیں۔ اس لیے میں نے گویا دفتر کی اجازت کے ماتحت گورنمنٹ سروس اختیار کر لی۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ دفتر کا یہ جواب تسلی بخش نہ تھا اور مرزا مبشر احمد کا جُرم اُن لوگوں کا سا نہیں تھا جو وقف میں شامل ہو جاتے ہیں اور پھر بھاگ جاتے ہیں۔ اور خود مجھے بھی اس کے جُرم اور سزا میں فرق نظر آتا تھا۔ لیکن مجھے اس بات پر غصہ تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا ہے اس لیے اُس کا جُرم دوسروں سے زیادہ ہے۔ مانا کہ اُس کے پاس وقف سے بھاگنے کی قانونی وجہ تھی لیکن اُس میں دین کے لیے دوسروں سے زیادہ غیرت ہونی چاہیے تھی۔ اس لیے میں نے اُس وقت اِس سزا پر اصرار کیا لیکن اب مجھے خیال آیا ہے کہ آخر خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے

کچھ کمزور طبیعت کے بھی ہوتے ہیں اور کچھ مضبوط طبیعت کے ہوتے ہیں ممکن ہے مرزا مبشر احمد میں عقل کم ہو اور وہ اُس وقت بات اچھی طرح نہ سمجھ سکا ہو۔ جب قانونی طور پر اِس کا جُرم ثابت نہیں تو اس کی سزا میں کسی قدر کمی کر دینا ضروری ہے۔

محکمہ یہ مانتا ہے کہ ہم نے مرزا مبشر احمد کو مایوسی والا جواب دیا تھا اور لکھا تھا کہ ہمیں آج کل ڈاکٹروں کی ضرورت نہیں۔ اصل میں یہ نقص اِس لیے واقع ہوا کہ نوجوان زندگی وقف کر کے تحریک جدید میں آتے ہیں اور کام سارے صدر انجمن احمدیہ کے سپرد ہیں۔ اگر مرزا مبشر احمد کو جواب دینے سے قبل تحریک جدید کا محکمہ صدر انجمن احمدیہ سے دریافت کر لیتا کہ آیا انہیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے یا نہیں؟ تو ممکن ہے وہ کہتے ہمیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے اور اسے مبہم اور مایوس کن جواب دینے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن بہرحال تحریک جدید کے پاس نہ کوئی ہسپتال تھا اور نہ اُسے ڈاکٹروں کی ضرورت تھی اس لیے اُس نے مرزا مبشر احمد کو مایوسی والا جواب دے دیا اور اُسے نوسَو یا ہزار روپیہ تنخواہ پیاری لگی اور وہ گورنمنٹ سروس میں چلا گیا۔ جہاں تک دنیاداری کا سوال ہے وہ تو ثابت ہے۔ لیکن اِس سے جُرم اور سزا میں کوئی مناسبت ثابت نہیں ہوتی۔ سزا جُرم سے بہرحال زیادہ ہے۔ اگر مرزا مبشر احمد وقف میں حاضر ہو جاتا اور پھر بھاگ جاتا تو وہ یقیناً اِس سزا کا مستحق تھا اور کوئی وجہ نہیں تھی کہ میں اُسے بدلنے کا ارادہ کرتا۔ اس نے ڈاکٹری پاس کرنے کے بعد دفتر تحریک جدید کو لکھ دیا تھا اور دفتر نے اُسے یہ جواب دیا تھا کہ ہمیں ڈاکٹروں کی ضرورت نہیں اس لیے وہ سرکاری ملازمت میں چلا گیا لیکن اُسے خود عقل سے کام لینا چاہیے تھا اور اُسے یہ خیال کرنا چاہیے تھا کہ محکمہ کو میری ضرورت نہیں تو نہ ہو لیکن مجھے تو دین کی خدمت کی ضرورت ہے۔ مگر وہ عقل کا کمزور تھا یا بزدل تھا اس لیے اُسے دفتر کے اِس جواب سے تقویت مل گئی اور اُس نے یہ سمجھا کہ اگر میں وقف کو چھوڑ دوں تو میں سلسلہ اور خدا تعالیٰ کا قانونی مجرم نہیں ہوں۔

بہرحال اِن سارے پہلوؤں کو دیکھ کر میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے جو یہ اعلان کیا تھا کہ اُس سے چندہ نہ لیا جائے اُس کا چونکہ اس کی آخرت پر مستقل اثر پڑتا ہے اس لیے میں سزا کے اِس حصہ کو منسوخ کرتا ہوں۔ اب اگر مرزا مبشر احمد چندہ دینا چاہے تو لے لیا جائے۔ ہاں اُس

سے مانگا نہ جائے۔ آخر مسیحِ اول کے ایک حواری نے بھی 32 کھوٹے سکّے لے کر اُسے بیچ دیا تھا۔ بے شک وہ حواری جہاندیدہ اور تجربہ کار تھا اور یہ بچہ تھا مگر مبشر احمد کا جُرم اِس وجہ سے بڑھ جاتا ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا ہے۔ پھر اس نے 32 کھوٹے سکّے نہیں لئے بلکہ نو سَو یا ہزار کھرے روپے لے کر گورنمنٹ کی سروس اختیار کر لی۔ ممکن ہے اگر سزا سے چندہ قبول نہ کرنے کی شرط کو اُڑا دیا جائے اور اس کے اندر دین کی غیرت ہو تو اُسے اس نیکی کی وجہ سے آگے قدم بڑھانے کی توفیق مل جائے۔ اگر اس میں ایمان ہوتا تو وہ پہلے بھی سلسلہ کی خدمت کے لیے آ سکتا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے اس کا ایمان کمزور ہے اور اس کا دل بھی کمزور ہے۔ وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں نے وقف کیا تو کھاؤں گا کہاں سے۔ لیکن اس نے یہ نہ سوچا کہ آخر دوسرے لوگ بھی ہیں جو قلیل آمد میں گزارہ کر رہے ہیں۔ مثلاً اس کا بھائی مرزا منور احمد ہے اِس وقت سلسلہ کی خدمت کر رہا ہے۔ اور پھر منور احمد ہر سال پاس ہوتا رہا ہے لیکن وہ فیل بھی ہو گیا تھا۔ اس لیے منور احمد اس سے بہتر ڈاکٹر تھا۔ جب اس نے امتحان پاس کیا تو گورنمنٹ نے بڑا ہی زور لگایا کہ اسے پانچ سال کے لیے باہر بھیج دیا جائے۔ لیکن میں نے نہ مانا۔ اسے ہاؤس سرجن لگانے کی تجویز تھی۔ کیونکہ اس سے تجربہ زیادہ ہو جاتا ہے اور میں نے بھی اس کے لیے کوشش کی لیکن افسر ہوشیار تھے انہوں نے اصرار کیا کہ اگر مرزا منور احمد پانچ سال تک فوجی سروس کرے تو اُسے ہاؤس سرجن لگا دیا جائے گا۔ لیکن میں نے کہا میں نے اس سے سلسلہ کی خدمت کرانی ہے۔ مرزا مبشر احمد کو خیال آنا چاہیے تھا کہ آخر میرے تایا کا بیٹا بھی یہاں گزارہ کر رہا ہے۔ پھر وہ مجھ سے زیادہ لائق ہے۔ وہ ہر سال امتحان میں پاس ہوتا رہا ہے لیکن میں فیل بھی ہو گیا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے پانچ سال پہلے امتحان پاس کیا ہے۔ اگر وہ تھوڑی تنخواہ میں گزارہ کر رہا ہے تو میرے لیے کون سی مشکل ہے کہ گزارہ نہ کر سکوں۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کہہ سکتا تھا کہ میرے گھر میں نواب کی بیٹی ہے۔ لیکن عجیب بات ہے مرزا منور احمد کے گھر میں بھی اُسی نواب کی بیٹی ہے۔ اور وہ اُس کی بیوی کی بڑی بہن ہے۔ اس لیے مرزا منور احمد پر وہ ساری باتیں چسپاں ہوتی ہیں جو مرزا مبشر احمد پر چسپاں ہوتی ہیں۔ وہ ڈاکٹر بھی ہے اور اسکی بیوی بھی نواب کی بیٹی ہے، مرزا مبشر احمد کی بیوی کی بڑی بہن ہے۔ اس لیے جہاں تک بیوی کے دباؤ کا سوال ہے یہ بھی غلط ہے۔ اور جہاں تک

لیاقت کا سوال ہے یہ بھی غلط ہے۔ مرزا منور احمد اس سے لائق تھا اور پھر اس نے اس سے کئی سال پہلے امتحان پاس کیا تھا۔ پھر جس وقت مرزا منور احمد نے اپنے آپ کو وقف کے لیے پیش کیا تھا اُس وقت صدر انجمن احمدیہ اسے ایک سو پچاس روپے ماہوار تنخواہ دیتی تھی۔ اب تو انجمن نے ابتدائی تنخواہ ساڑھے تین سَو چار سَو کر دی ہے اور ہزار روپے تک گریڈ کر دیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ہمت دی اور وہ اس قلیل آمد میں گزارہ کرتا رہا۔ بہرحال میں سزا میں جو چندہ قبول نہ کرنے والا حصہ ہے اُسے معاف کرتا ہوں۔ باقی حصوں کے متعلق میں نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کیونکہ میرے دل میں ابھی بشاشت پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن چندہ کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایمان کو دوبارہ درست کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے میں اس سے اُسے محروم نہیں کرنا چاہتا۔ میرے بیوی بچے اُسے نہ ملیں تو اِس سے اُس کے ایمان کی درستی کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اُس سے چندہ قبول کر لیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُسے ہدایت دے دے اور وہ دین کی خدمت کے لیے آجائے۔ پس میں اُس کی سزا کے اِس حصہ کو معاف کرتا ہوں اور صدر انجمن احمدیہ کو اجازت دیتا ہوں کہ اگر وہ چندہ دے تو اُسے قبول کر لے یا اگر وہ وصیت کرنا چاہے تو اُس کی وصیت منظور کر لی جائے۔ شاید اِسی طرح اُس کے ایمان اور دل کی کمزوری دور ہو جائے۔

میں جماعت کے دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کی اصلاح جماعت کی اصلاح ہے۔ اس لیے وہ بھی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس کے دل کے زنگ کو دور کرے اور اس کے ایمان کو بڑھائے تا وہ حوصلہ کر کے سلسلہ اور اپنے احمدی بھائیوں کی خدمت کو روپیہ پر مقدم کر لے۔ اگر تم لوگ دعائیں کرو تو کوئی تعجب نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کے دل سے دنیا اور روپیہ کی محبت کو دور کر دے اور وہ اپنی اصلاح کر لے۔ آخر اس کا چھوٹا بھائی مرزا مجید احمد جو ایم۔ اے ہے اور کالج میں پروفیسر ہے وقف کر کے یہاں آ گیا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اگر اس کے باپ کا ایک بیٹا اور اسکے تایا کے بیٹے زندگی وقف کر کے یہاں آ گئے ہیں تو وہ نہ آ سکتا ہو۔ اگر ابھی تک وہ زندگی وقف کر کے نہیں آیا تو اس کی وجہ محض دنیا کی لالچ اور دین کی محبت کی کمی ہے اور کچھ نہیں۔

پس ایک تو میں نے مرزا مبشر احمد کی سزا کی معافی کے متعلق اعلان کیا ہے۔ اور دوسرے

یہ کہا ہے کہ میونسپل کمیٹی شہر کی صفائی کا انتظام کرے۔ ٹیوب ویل لگا کر پانی بہم پہنچائے اور رُولر منگوا کر سڑکوں کو پختہ کرنے کا انتظام کرے۔ اِسی طرح میں نے دوستوں سے کہا ہے کہ وہ میونسپل کمیٹی کے ٹیکس ادا کریں اور محلوں کی لوکل کمیٹیاں میونسپل کمیٹی سے متعلق امور کے متعلق ریزولیوشن پاس کر کر کے اسے بھیجیں اور کہیں کہ ہم کمیٹی کا ایک وارڈ ہونے کی حیثیت سے یہ ریزولیوشن آپ کو بھجواتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ اِس پر پوری توجہ دی جائے۔ اگر کمیٹی کے ممبران ریزولیوشنوں کی طرف توجہ نہ دیں تو اگلی دفعہ ان کو ممبر نہ بنایا جائے۔ بلکہ ایسے لوگوں کو ممبر چُنا جائے جو واقع میں لوگوں کی خدمت کریں اور شہر کی صفائی کا انتظام کریں۔ کیونکہ شہر کی صفائی کا باقاعدہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے شہر کی جو بدنامی ہوتی ہے اس سے سلسلہ کی بھی بدنامی ہوتی ہے۔

ربوہ مشہور شہر ہے جو لوگ پاکستان آئیں گے وہ اب یہاں بھی آئیں گے۔ اگر یہاں صفائی کا معیار دوسرے شہروں کی صفائی سے بلند ہوگا تو وہ یہ نہیں کہیں گے کہ احمدیوں کی تنظیم تو بہت اچھی ہے لیکن ان کا شہر بہت گندہ ہے۔ پس شہر کی صفائی کی طرف توجہ کرو اور درخت اور پھول اور سبزیاں اُگاؤ۔ جن لوگوں نے گھروں میں درخت لگائے ہوئے ہیں اُنہیں دیکھ کر دل بڑا خوش ہوتا ہے۔ گلی میں سے گزریں تو لہلہاتے درخت نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ کام میونسپل کمیٹی اور لوکل انجمن کا ہے۔ اگر سارے مل کر کوشش کریں تو وہ شہر کو دُلہن بنا سکتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہو جائے تو باہر سے آنے والے یہاں سے خوشگوار اثر لے کر جائیں گے۔

دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی چھوٹی باتوں میں کتنے بڑے بڑے نکات بیان فرمائے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ 4۔ اللہ تعالیٰ خود بھی خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند بھی کرتا ہے۔ اب یُحِبُّ الْجَمَال کے یہ معنے تو نہیں کہ انسان کے ناک، کان، ہاتھ اور آنکھیں خوبصورت دکھائی دیں۔ یہ چیزیں تو انسان آپ بناتا ہی نہیں یہ تو خدا تعالیٰ بناتا ہے۔ اس لیے یُحِبُّ الْجَمَا لَ سے وہ خوبصورتی مراد نہیں جو خدا تعالیٰ بناتا ہے۔ بلکہ اِس سے مراد وہ خوبصورتی ہے جو ہمارے اختیار میں ہے۔ اور وہ صفائی ہے۔ ہر چیز کو نظافت سے رکھنا اور ہر چیز کو سلیقہ سے رکھنا یہی وہ جمال ہے جو ہم خود بناتے ہیں۔ ورنہ ناک، کان، ہاتھ اور آنکھیں تو نہ ہم بناتے ہیں اور انسانوں میں سے کوئی اَور بناتا ہے۔ ان کو

بنانے والا تو خود خدا تعالیٰ ہے۔ اس لیے اگر یہ اچھے ہیں تو ہماری کوئی خوبی نہیں۔ اور اگر اچھے نہیں تو ہمارا کوئی گناہ نہیں۔ لیکن اپنے گھر کے سامنے صفائی رکھنا تو ہماری اپنی خوبی ہے۔ سبزہ، درخت اور پھول لگانے تو ہماری خوبی ہیں۔

اب بھی جب میں تصور کرتا ہوں تو یورپ کا نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ ہر گھر میں دروازوں کے آگے چھجّے بنے ہوئے ہیں اور اُن پر بکسوں میں بھری ہوئی مٹی پڑی ہے اور اس میں پھول لگے ہوئے ہیں۔ جس گلی میں سے گزرو پھول ہی پھول نظر آتے ہیں اور سارا شہر ایک گلدستہ کی طرح نظر معلوم ہوتا ہے۔ ربوہ بھی اُسی طرح بنایا جا سکتا ہے۔ بڑی محنت کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ اِس سے بیوی بچوں کو باغبانی کا فن بھی آ جاتا ہے۔ صحت بھی اچھی ہو جاتی ہے اور کچھ آمد کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً گھروں میں خربوزے، ککڑی اور دوسری چیزیں لگا دی جائیں تو خوبصورتی کی خوبصورتی نظر آئے گی، صحت بھی اچھی رہے گی اور کھانے کو ترکاری بھی مل جائے گی جو یہاں نصیب نہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ یورپ کا ڈاکٹر بھی کہتا ہے کہ سبزیاں کھاؤ اور پاکستان کا ڈاکٹر بھی کہتا ہے کہ سبزیاں کھاؤ۔ مگر پاکستان میں سبزیاں نہیں ملتیں۔ اگر لوگ گھروں میں سبزیاں لگانے لگ جائیں اور سبزیاں کھانے کی عادت ڈالیں تو اِس سے اُن کی صحت میں بھی ترقی ہوگی۔ اور پھر جو شخص گھروں میں سبزیاں لگائے گا اور اُسے سبزی کھانے کی عادت ہوگی وہ دکاندار سے بھی اصرار کرے گا کہ سبزیاں لاؤ۔ اور دکاندار آگے زمینداروں سے اصرار کرے گا کہ تم سبزیاں اُگاؤ۔ اِس طرح ملک میں سبزیاں کاشت کرنے کا رواج عام ہو جائے گا۔

پس تم شہر کو خوبصورت بناؤ تا تمہارے دل بھی خوبصورت ہو جائیں۔ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس کا کس قدر خیال تھا۔ آپ نے فرمایا لوگو! نماز میں تم اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو۔ اگر تم صفیں سیدھی نہیں کرو گے تو تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے 5۔ اب صفیں سیدھی رکھنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ دور سے دیکھنے والے کو صفیں خوبصورت معلوم ہوں۔ پس اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَال سے مراد زیبائش ہے اور اِس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود بڑا دیدہ زیب ہے اور وہ زیبائش کو ہی پسند کرتا ہے۔ سو تم اپنے اندر زیبائش پیدا کرو

اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا اور تمہاری مدد کرے گا۔

پس تم شہر کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرو۔ چھڑکاؤ اور رُولر کے ذریعہ گرد و غبار کو دباؤ۔ اب تو یہ حالت ہے کہ اگر ایک آدمی بھی گلی سے گزرتا ہے تو چاروں طرف گرد اُڑنے لگ جاتی ہے اور اگر کھڑکی کھولی جائے تو ہوا میں اِس قدر گرد ہوتی ہے کہ سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ صبح کے وقت کھڑکی کھولیں تو کمرے میں سانس رُکنے لگ جاتا ہے۔ جس سے صاف پتا لگتا ہے کہ یہ گرد و غبار کا اثر ہے جو ہوا کے ساتھ کمرہ کے اندر آ جاتا ہے۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ نہ یہاں چھڑکاؤ کا انتظام ہے، نہ رُولر سے مٹی دبانے کا انتظام ہے اور نہ لوگوں نے باغ اور پھول لگائے ہیں کہ اس سے گرد و غبار دب جاتا ہے۔ جڑیں پانی کو نیچے کھینچتی ہیں اور اس سے مٹی دب جاتی ہے۔ اِس نقص کی وجہ سے شہر کی صحت خراب ہے۔ جب بیماری آتی ہے تو ربوہ میں دو دو ماہ تک ڈیرہ لگائے رہتی ہے۔ بخار آتا ہے تو وہ دو دو ماہ تک شہر سے نہیں نکلتا۔ نزلہ، زکام اور کھانسی آتی ہے تو وہ دو دو ماہ تک شہر سے نہیں نکلتی۔ غرض ہم سارے کے سارے اپنی حماقت اور بیوقوفی کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔''

(الفضل 14/ دسمبر 1955ء)

1: صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب النھی عَنِ التخلی فی الطریق و الظلال

2: جامع الترمذی ابواب الطھارۃ باب کراھیۃ البول فی الماء الرّاکِدِ

3: بخاری کتاب المظالم باب اِ مَا طَةِ الْأَذٰی

4: مسلم کتاب الایمان باب تَحْرِیم الْکِبْر وَ بیا نِہٖ

5: سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃِ باب تسوِیَۃِ الصُّفُوْف